ممتاز احمد سالک

معاشیات کا معنی و مفہوم
قرآن و سنت کے آئینے میں

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ اہل مغرب نے بیشتر سائنسی و سماجی علوم مسلمانوں سے حاصل کئے ہیں جنہوں نے پوری دنیا کی ایک ہزار سال تک علمی' تہذیبی اور ثقافتی قیادت کی ہے۔ متعدد وجوہ کی بنا پر آج اس منصب پر اہل مغرب فائز ہیں۔ علوم میں جو ترقی اور وسعت پیدا ہوئی ہے ان میں یقیناً" ان کا اہم کردار ہے کیونکہ انہیں دنیا پر ہر طرح کا غلبہ حاصل ہے۔ لیکن انہوں نے اس غلبے کو فکری و ذہنی طور پر مستحکم و مستقل کرنے کیلئے یہ شعوری کوشش کی ہے کہ تمام علوم کی جڑیں اور بنیادیں اپنے ماضی قدیم کے لٹریچر میں سے تلاش کرکے سامنے لائیں اور یہ ثابت کریں کہ ان کے اصل خالق و مالک وہ اور ان کے آباؤ اجداد ہیں۔ وہ کئی صدیوں پر محیط اپنے قرون مظلمہ (Dark ages) کے دور کو جو پندرھویں عیسوی تک پھیلا ہوا ہے' عام لوگوں کی نظروں سے اوجھل کرکے یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ان علوم کے آغاز و ارتقاء کا تمام تر سہرا انہی کے سر ہے۔ اس میں کسی اور مذہب اور قوم کا کوئی حصہ نہیں' اس طرح وہ مسلمانوں کے عہد عروج کے دس صدیوں کے نمایاں کردار کو نظر انداز کرکے اسلام سے اپنے گہرے تعصب' علمی تاریخی بددیانتی اور کتمان حق کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ اسی کی ایک نمایاں مثال معاشیات بھی ہے۔

افسوس کی بات یہ ہے کہ وہ بھرپور پراپگنڈے سے اپنے مطلوبہ مقاصد حاصل کر رہے ہیں۔ مسلمانوں کی اکثریت ذہنی غلامی کے دام میں آجانے کی وجہ سے لاشعوری طور پر یہی سمجھتی ہے کہ ہم کم فہم' نا اہل اور بے صلاحیت ہیں۔ اور علم و دانش ایک خاص رنگ' نسل زبان اور علاقے کے لوگوں کیلئے مختص ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم انکے تمام افکار و نظریات کو دلائل کی کسوٹی اور تحقیق و تنقید کی چھانی سے گزارے بغیر اپنے تعلیمی نظام کی اساس بنائے ہوئے ہیں۔ اور یہ سوچے بغیر پوری نیاز مندی سے انہیں پڑھتے پڑھاتے جارہے ہیں کہ ان کے ہماری شخصیت' ہماری اجتماعی زندگی اور اس کے اداروں ہماری ثقافت' ہمارے اخلاق و کردار ہماری نوجوان نسل ہمارے عقائد اور ہمارے مستقبل پر کیا اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔

اس کا بنیادی سبب ہمارے اپنے ماخذ' علمی سرمائے اور ثقافتی ورثے سے' ناواقفیت اور بے تعلقی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ہم دوسروں کی آنکھوں سے دیکھنے' دوسروں کے کانوں سے سننے' دوسروں کے دماغ سے سوچنے اور دوسروں کی زبان سے بولنے کے عادی ہو گئے ہیں۔

آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنی سماجی علوم کی بطور خاص بنیادیں اپنے ہی لٹیریچر پر استوار کریں انہیں اپنی اعلیٰ اقدار اور مخصوص عقائد نظریات کی روشنی میں فروغ دیں' اپنے اسلاف کی گرانمایہ کوششوں اور کاوشوں سے بھرپور استفادہ کریں۔ اپنے عظیم علمی سرمائے کو کھنگال کر انہیں جدید تقاضوں کے مطابق از سر نو مرتب کر کے اپنی نئی نسل کے سامنے پیش کریں اور پورے اعتماد اور وقار کے ساتھ ان کے مطابق اپنے تمام ادارے منظم کریں بس یہ ایک طریقہ ہے جو ہماری عظمت رفتہ لوٹا کر ہمیں ایک مرتبہ پھر دنیا کی امامت و قیادت کے منصب پر فائز کر سکتا ہے۔

یہ مضمون اسی جذبے سے لکھا گیا ہے۔ اس میں معاشیات کے صرف معنی و مفہوم کو کتاب و سنت کی روشنی میں متعین کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

معاشیات کا مادہ ع ی ش) ہے۔ اس طرح یہ لفظ عیش سے نکلا ہے۔

العیش مصدر ہے اور لغوی اعتبار سے اس کے معنی ہیں' زندگی' کھانا' روٹی۔(1)

امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں العیش خاص کر اس زندگی کو کہتے ہیں جو حیوان میں پائی جاتی ہے۔ یہ لفظ "الحیاۃ" سے وابستہ ہے۔

گویا ان کے نزدیک اس کا اطلاق نباتات اور جمادات کے مقابلے میں صرف انسانوں اور حیوانوں پر ہو سکتاہے۔ کیونکہ ان میں جو حیات پائی جاتی ہے وہ خورده نوش کی محتاج ہے۔ جسے حاصل کرنے کیلئے انہیں ایک جدوجہد اور تگ و دو کرنی پڑتی ہے۔ وہ اسباب وسائل کی تلاش میں ہمیشہ سرگرم عمل رہتے ہیں' انہیں اپنی ضروریات کی تکمیل کیلئے خود ہی کوئی نہ کوئی انتظام کرنا پڑتا ہے۔

المعاش و المعیشۃ کے معنی ہیں "ما یعاش بہ" یعنی سامان زیست' ذریعہ زندگی' کھانے پینے کی وہ تمام چیزیں جن پر زندگی بسر کی جاتی ہے' وہ سارے اسباب و وسائل جن پر حیات کا دارومدار ہے جن کے بغیر انسان زیادہ دیر تک اپنا وجود برقرار نہیں رکھ سکتا۔ (2)

قرآن مجید میں دنیوی حیات اور معیشت کا باہم لازم و ملزوم ہونے کی حیثیت سے تذکرہ کیا گیا ہے۔ ارشاد ہے۔

نحن قسمنا" بینھم معیشتھم فی الحیٰوۃ الدنیا ورفعنا بعضھم فوق بعض درجٰت لیتخذ بعضھم بعضا" سخریا (3)

"ہم نے دنیا کی زندگی میں انکی گزر بسر کے ذرائع ان کے درمیان تقسیم کئے ہیں اور ان میں سے کچھ

لوگوں کو دوسرے لوگوں پر فوقیت دی ہے تاکہ یہ ایک دوسرے کی خدمت لیں۔

اس آیت سے حسب ذیل امور پر روشنی پڑتی ہے۔

(i) دنیوی زندگی کا دارومدار اسباب معیشت پر ہے۔

(ii) یہ وسائل افراد و اقوام میں تقسیم کرنے والا درحقیقت اللہ تعالیٰ ہے۔ ہر کسی کو اسی کی حکمت و حکم کے مطابق رزق کا حصہ ملتا ہے۔

(iii) اللہ تعالیٰ نے یہ وسائل و ذرائع افراد و اقوام میں یکساں تقسیم نہیں کئے بلکہ و مقدار کے لحاظ سے ان میں درجہ بندی کی ہے۔ کسی کو کم اور کسی کو زیادہ دیئے ہیں۔ اور پھر نوعیت کے اعتبار سے بھی ان میں فرق ہے۔ کسی کو زرعی کسی کو معدنی، کسی کو صنعتی اور کسی کو ٹیکنیکی ذرائع دئے ہیں۔ علٰی ھذا القیاس

(iv) اس عدم مساوات میں سب سے بڑی حکمت یہ پوشیدہ ہے کہ سب ایک دوسرے سے خدمت لے سکیں۔ ایک دوسرے کے محتاج بھی ہوں اور معاون بھی۔ اور سب مل کر معاشی سرگرمیوں میں حصہ لیں، انفرادی اور اجتماعی دائروں میں ایک دوسرے سے معاملہ کرنے پر مجبور ہوں۔ کبھی خود کفیل اور بے نیاز ہوکر بالکل الگ تھلگ زندگی بسر نہ کر سکیں۔

اسلام انسان کے فہم و شعور میں یہ بات راسخ کرنا چاہتا ہے کہ وہ خود بخود ہی معرض وجود میں نہیں آیا اور نہ ہی اس مادی دنیا میں پائے جانے والے طرح طرح کے اسباب حیات اور وسائل و ذرائع آپ سے آپ پیدا ہوگئے ہیں۔ بلکہ ان کو پیدا کرنے اور فراہم کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ اسی نے ہی انسان کو ایک عظیم مقصد اور وسیع منصوبے کے تحت اس زمین میں بسایا ہے۔ اسے زمین پر زندہ رہنے کیلئے جن بے شمار اشیاء کی ضرورت تھی، اور جس مقدار و تناسب سے ضرورت تھی، وہ سب کی سب عطا کی ہیں۔ اس طرح اس کی خواہشات و ضروریات اور اسباب و وسائل کے مابین ایک حسین ربط اور توازن پیدا کیا ہے۔ اس کی ضرورت کی ہر چیز موجود ہے۔ اور جو چیز بھی موجود ہے وہ اس کی کسی نہ کسی ضرورت کو پورا کر رہی خواہ اس کے بارے میں اس کو علم ہے یا نہیں ہے۔ لٰہذا انسان کو اللہ ہی کا شکر ادا کرنا چاہیے، اور اسی فراخی کے ساتھ ادا کرنا چاہیے جس فراخی کے ساتھ اس نے ذرائع معیشت فراہم کئے ہیں۔

ارشاد ربانی ہے۔

ولقد مکنکم فی الارض و جعلنا لکم فیھا معایش قلیلا" ما تشکرون۔(4)

"ہم نے تمہیں زمین میں اختیارات کے ساتھ بسایا ہے، اور تمہارے لئے یہاں سامان زیست فراہم کئے ہیں، مگر تم لوگ کم ہی شکر گزار ہوتے ہیں"

اس آیت میں لفظ "معایش" استعمال ہوا ہے جو "معیشۃ" کی جمع ہے۔ یعنی زیست کے سامان اور ذریعہ ہائے روزگار۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے لئے جو روزیاں اور زندگی کے سامان فراہم کئے ہیں وہ سب ایسی حالت میں نہیں ہیں کہ بیٹھے بٹھائے اس کو مفت میں میسر آتے رہیں۔ بلکہ ان میں سے اکثر کیلئے اسے بھرپور تگ ودو اور محنت کرنی پڑتی ہے۔ ان کے حصول کیلئے بھی' انہیں قابل استعمال بنانے کیلئے بھی اور ان کے تبادلہ و انتقال کیلئے بھی۔ اسی وجہ سے معاشی سرگرمیاں معرض وجود میں آتی ہیں' اور لوگوں کو اپنے حصے کے رزق کی تلاش اور قیام و بقا کے ذرائع کے حصول کیلئے سرگرداں رہنا پڑتا ہے۔ ان سرگرمیوں کیلئے دن کے اجالے کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ انسان تاحد نظر تک دیکھ سکے' اور میدانوں' پہاڑوں' دریاؤں' سمندروں اور فضا کی وسعتوں میں پائے جانے والے وسائل و نعمتوں کے بے شمار خزانوں سے استفادہ کر سکے۔ لہٰذہ خالق و مالک نے سورج کی شکل میں بھرپور توانائی کا ایک عظیم منبع عطا فرمایا ہے جو اس کیلئے دن کے وقت مفت میسر ہوتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

وجعلنا سراجا" وھاجا (5) **"ہم نے ایک نہایت روشن اور گرم چراغ پیدا کیا"**

انسانی حیات کیلئے آرام و استراحت اور معاشی جدوجہد' دونوں لازم و ملزوم ہیں میٹھی نیند کیلئے تاریکی اور معاشی جدوجہد کیلئے اجالے کی ضرورت ہوتی ہے۔ چنانچہ رات اور دن کے قیام کی حکمتوں میں ایک بہت بڑی حکمت یہی ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

وجعلنا نومکم سباتا" ○ وجعلنا الیل لباسا" ○ وجعلنا النہار معاشا" ○ (6)

"تمہاری نیند کو باعث سکون بنایا' اور رات کو پردہ پوش اور دن کو معاش کا وقت بنایا۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اسباب معیشت فراہم کرنے کے بعد اس کی ہدایت رہنمائی کا بھی خود ہی ذمہ لیا ہے تاکہ وہ جہالت و گمراہی کے اندھیروں میں ٹھوکریں نہ کھاتا رہے۔ اور پھر اپنی کم علمی' کوتاہ نظری' ناتجربہ کاری' لالچ' عجلت پسندی اور اس طرح کی دیگر بے شمار بشری کمزوریوں کی بناپر کوئی ایسا طرز عمل اختیار نہ کربے جو اس کے مقصد تخلیق کے خلاف ہو یا اس کے اپنے لئے نقصان دہ ہو۔ جو ان اشیاء کا خالق ہے وہی انکے بارے میں اصول و ضوابط وضع کرنے' اور ان کے بارے میں ہر طرح کی ضروری معلومات اور رہنمائی فراہم کرنے کا مجاز و حقدار بھی ہے اور ذمہ دار بھی' جس طرح کسی مشین یا موٹر کو ایجاد کرنے والا انجینئر اس کے ساتھ ایک بک لٹ فراہم کرتا ہے تاکہ اسے استعمال کرنے والے لوگ ناواقفیت کی وجہ سے کوئی خرابی نہ کر بیٹھیں اور کوئی نقصان نہ اٹھائیں' اسی طرح عقلمندی و احتیاط کا یہ تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تخلیقات کے سلسلے میں اسی کے احکام و فرامین اور ہدایت و رہنمائی کی پیروی کی جائے

الا له الخلق والا مر (7)

خبردار رہو! اسی کی خلق ہے اور اسی کا امر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے دیگر تمام معاملات کی طرح معیشت میں بھی ہدایت و رہنمائی فراہم کرنے کی ذمہ داری اپنے سرلی' اس کے حصول و صرف اور استعمال و انتقال کے بنیادی صول و ضوابط فراہم کر دیئے اور اپنی پسند و ناپسند' حلال و حرام کے حدوود قیود کو واضح کر دیا۔ سماجی و تمدنی ترقی کے ساتھ ساتھ انسان کو جس طرح کی مزید عملی رہنمائی کی ضرورت ہو سکتی تھی اس کا انتظام انبیاء کرام کا ایک طویل سلسلہ شروع کرکے فرمایا دیا۔ چنانچہ اسے زمین پر بھیجتے وقت ارشاد ہوا۔

فاما یا تینکم منی ھدی فمن اتبع ھدای فلا یضل ولا یشقی ○ ومن اعرض عن ذکری فان له معیشته" ضنکا و نحشره یوم القیٰمة اعمٰی (8)

"پس اب اگر میری طرف سے تمہیں کوئی ہدایت پہنچے تو جو کوئی میری اس ہدایت کی پیروی کرے گا وہ نہ تو بھٹکے گا اور نہ ہی بد بختی میں مبتلا ہوگا۔ اور جو میرے اس ذکر" (درس نصیحت ویاد دہانی) سے منہ موڑے گا تو اس کیلئے دنیا میں تنگ زندگی ہوگی اور قیامت کے روز ہم اسے اندھا اٹھائیں گے"۔

ان آیات میں دو اہم پہلوؤں کی نشاندہی کی گئی ہے۔ ایک یہ کہ کوئی شخص اگر اللہ تعالیٰ کی اس ہدایت و رہنمائی کی پیروی کرے گا جو اس نے اپنے پیغمبروں اور کتابوں کے ذریعے اس تک پہنچائی ہوگی تو اسے کیا فوائد حاصل ہونگے۔ اور دوسرا یہ کہ اگر وہ اس کے احکام و فرامین' درس نصیحت' اور یاد دہانی سے اعراض برتے گا' یعنی اس سے منہ موڑے گا' اسے پس پشت ڈالے گا' اسے بھلائے گا' نظر انداز کرے گا' یا پھر اس کو چھوڑ کر کسی اور کے طریقوں کو اپنائے گا تو اس کو کن بڑے بڑے نقصانات سے ہمکنار ہونا پڑے گا۔

ہدایت و رہنمائی ایک نہایت جامع اور وسیع اصطلاح ہے جو زندگی کے تمام معاملات اور دائروں پر محیط ہے۔ لیکن اگر ہم اس کا اطلاق ایک فرد کے صرف معاشی معاملات پر کریں تو اس کی پیروی کرنے والے کو یہ خوشخبری دی گئی ہے کہ " فلا یضل ولا یشقیٰ" یعنی نہ تو وہ ضلالت گمراہی میں مبتلا ہوگا کہ اسے صحیح و غلط اور مفید و مضر کا پتہ ہی نہ چلے' وہ قدم قدم پر بھٹکتا اور ٹھوکریں کھاتا پھرے۔ اسے کوئی راہ ہی نہ سجھائی دنے اور فرمایا کہ نہ ہی وہ محروی شقاوت' تنگی' مصیبت' تکلیف اور بد بختی کا شکار ہوگا۔ کہ وہ دنیوی اعتبار سے ناقابل حل مشکلات و مسائل کی دلدل میں پھنس کر رہ جائے۔ یا کسی ایسی بند گلی میں داخل ہو جائے گا جہاں منزل کا کوئی سراغ نہ ملے اور پچھتاوا ہی پچھتاوا ہو۔ اور پھر اخروی اعتبار سے بھی ان خرابیوں سے بچا رہیگا۔ گویا اسلامی اصولوں کی پیروی کرنے کی بنا پر جوان گنت فائدے ہو سکتے ہیں ان میں یہی مرکزی حیثیت

رکھتے ہیں۔

اسی طرح ذکر و نصیحت سے اعراض برتنے والے شخص کو یہ تنبیہہ کی گئی ہے کہ اسے دو قسم کے نقصانات کو لازمی طور پر برداشت کرنا پڑیگا۔ ان سے وہ کسی صورت میں بھی اپنی جان نہیں چھڑا سکے گا' ایک تو یہ کہ اسے قیامت کے دن اندھا اٹھایا جائے گا' اور دوسرا یہ کہ دنیا میں اس کی معیشت تنگ ہوگی۔ اصل میں لفظ "معیشتہ" ضنکا" استعمال ہوا ہے۔ اس کی تشریح میں قدیم و جدید مفسرین نے اس کی مختلف صورتیں بیان کی ہیں -(9)

ایک یہ ہے کہ وہ مادی و وسائل و ذرائع کی قلت' بیروزگاری' فقر و افلاس' محتاجی و بے بسی اور ہر طرح کی مالی مشکلات و پریشانیوں سے دو چار رہے۔ اللہ تعالیٰ اسے بغاوت و نافرمانی کی سزا کا کچھ مزا اس مادی دنیا ہی میں چکھا دے۔ وہ زندگی بھر فاقہ کشی کے بحران میں پھنسا رہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ اسے مالی اعتبار سے آسودگی و فراخی حاصل ہو' وہ جائیداد' آمدنی اور وسائل کے اعتبار سے بہتر ہونے کے باوجود بھی تنگ زندگی گزارے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی نصیحت سے منہ موڑ کر ناپسندیدہ' ممنوع' نقصان دہ اور حرام باتوں کا عادی ہو جائے۔ اس کے وسائل اور آمدنی کا بیشتر حصہ ضائع ہوتا رہے وہ باعزت اور خوشحال زندگی گزارنے کے قابل ہونے کے باوجود بھی تنگدست رہے۔ مثلاً' جوا بازی' نشہ' اسراف' فضول خرچی اور بے مقصد ولایعنی امور میں ملوث ہو جائے۔ یا پھر غیر متوقع اخراجات' ناگہانی آفات یا معاشی اتار چڑھاؤ کی زد میں آجائے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ اس کے پاس مادی دولت و وسائل کی بہتات و فراوانی ہو۔ لیکن وہ دل اور ذہن کی تنگی میں مبتلا ہو۔ اللہ تعالیٰ سے تعلق کٹ جانے کی وجہ سے اس کی رحمت سے مایوس ہو جائے' توکل و قناعت اور اندرونی سکون و اطمینان کی دولت اس سے چھن جائے' وہ ہر وقت حرص' لالچ اور حسد' طمع کی تنگیوں میں گھرا رہے کبھی نہ ملنے کا غم کبھی نقصان و بربادی کے خطرات' کبھی قلق و اضطراب کبھی شک و بدگمانی' کبھی زندگی سے بیزاری کبھی موت کا خوف یہ سب تنگ زندگی ہی کی علامتیں ہیں۔

تنگ زندگی و معیشت کی ایک چوتھی صورت یہ بھی ہے کہ انسان امراض میں مبتلا ہو جائے اور خورد و نوش کی تمام لذات کو ترک کرنے پر مجبور ہو جائے۔ چٹپٹی' میٹھی' نمکیں اور مرغن غذائیں اس کیلئے نقصان دہ بن جائیں۔ پھل' میوہ جات' سبزیاں' ٹھنڈے مشروبات وغیرہ کی صورت میں ساری نعمتیں اس کیلئے زحمت بن جائیں۔ اور وہ محض قبر کی منزل کی طرف رواں دواں ایک چلتی پھرتی لاش بن جائے۔

علیٰ ھذا القیاس اس طرح کی اور متعدد صورتیں ہو سکتی ہیں جو معیشۃ ضنکا کی تعریف میں آتی ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کے پیغام اور اس کے دیئے ہوئے نظام سے روگردانی کے نتیجے میں اس دنیا ہی میں

بطور سزا پیش آتی رہتی ہیں۔ رہا آخرت کا معاملہ تو اس بارے میں ارشاد ہوا کہ ہم قیامت کے دن اسے اندھا اٹھائیں گے" اگلی آیت میں ہے کہ "وہ کہے گا کہ اے میرے رب! تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا حالانکہ میں تو (دنیا میں) آنکھوں والا تھا؟ اس سوال کا جواب یہ ہوگا۔ "اللہ تعالیٰ فرمائے گا اسی لئے کہ تیرے پاس ہماری ہدایات آئیں اور تو نے ان کو بھلا دیا اس طرح آج تجھے بھلا دیا جائیگا"

گویا اسلام کے نزدیک دنیا کے نظام معیشت کو اللہ تعالیٰ ہی کے احکامات کے مطابق استوار کرنا دنیا اور آخرت' دونوں اعتبار سے ازحد ضروری ہے۔ اگر انسانوں کو دنیا میں ترقی کے بام عروج تک پہنچنا مطلوب ہے اور وہ فی الواقع ایسی ترقی چاہتے ہیں جو بلا تخصیص تمام لوگوں اور قوموں کیلئے ہو تو اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے کہ کلی معاشیات کے تمام دائروں اور ملکی نظاموں کی بنیاد اسلام کے عادلانہ اصول و نظریات ہوں اور عالمی اقتصادی نظام بھی ان کی ہی روشنی میں مرتب کیا جائے۔ اور پھر قیامت و آخرت کو ماننے والوں کیلئے یہ معاملہ اور بھی زیادہ اہمیت کا حامل ہے کہ ان کے معاشی رویوں پر حقیقی اور ابدی زندگی کی کامیابی و کامرانی یا ناکامی و نامرادی کا دارو مدار بھی ہے۔

قرآن مجید میں معیشت کا لفظ جن مختلف پہلوؤں اور گوشوں کی نشاندہی کیلئے استعمال ہوا ہے ان میں ان خیالات اور رویوں کو بڑی اہمیت حاصل ہے جو مختلف افراد و اقوام میں معاشی وسائل کی بہتات کے نتیجے میں جنم لیتے ہیں۔ تکبرو غرور اور فخرو گھمنڈ میں مبتلا ہونا۔ اپنے آپ کو دوسروں سے اعلیٰ وارفع سمجھنا' خود کو ہی تمام حقوق و مفادات کا واحد حقدار قرار دینا۔ دوسروں کو حقارت و نفرت سے دیکھنا اور معاشی وسائل پر اترانا وغیرہ۔ یہ وہ سوچ اور رویے ہیں جن سے دیگر تمام معاشی خرابیاں اور ظلم و استحصال کی مختلف صورتیں جنم لیتی ہیں۔ اس لئے اسلام ان کو مٹانا چاہتا ہے تاکہ معاشیات کا ایک صالح نظریہ و نظام معرض وجود میں آئے۔ یہ کام محض نظری دلیلوں اور بحثوں سے نہیں بلکہ تاریخی حوالوں اور عملی مثالوں سے ہی ممکن ہے کیونکہ عام انسان معاملات میں ہمیشہ انہیں چیزوں سے بچنے کا اہتمام کرتا ہے۔

جن کا انجام اس کے سامنے واضح ہو۔ ارشاد ربانی ہے۔

وکم اهلکنا من قرية بطرت معيشتها فتلک مسکنهم لم تسکن من بعد هم الا قليلا" وکنا نحن الوارثين (10)

"اور کتنی ہی ایسی بستیاں ہم تباہ کر چکے ہیں جن کے لوگ معیشت پر اترا گئے تھے سو دیکھ لو' وہ ان کے مسکن ویران پڑے ہوئے ہیں جن میں انکے بعد کم ہی کوئی آکر بسا ہے آخر کار ہم ہی وارث ہو کر رہے"

کسی فرد یا قوم کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ معاشی وسائل کی بنیاد پر تکبر کرے اور اترائے کیونکہ اسے جو

کچھ بھی میسر ہے وہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی فضل و حکمت کی وجہ سے ہے اور اس وقت تک ہے جب تک وہ چاہے گا۔

تو شاہوں کو گدا کردے گدا کو بادشاہ کر دے
اشارہ ہے ترا کافی جہاں کے کارخانے میں

قرآن مجید میں معیشت ہی کے مادے سے نکلا ہوا اور لفظ جو استعمال ہوا ہے۔ وہ العیشتہ جس کے معنی زندگی کی حالت ہے۔ ارشاد ہوا۔

فاما من ثقلت موازینہ ○ فھو فی عیشة راضیة (11)

"پھر جس کے (نیکیوں کے) پلڑے بھاری ہونگے وہ دل پسند عیش میں ہوگا"

"عیشة راضینہ" دل پسند عیش سے مراد ایسی زندگی ہے جو انسان کے حسب خواہش ہو۔ جو ایسی آئیڈیل اور مثالی ہو کہ جس سے زیادہ کا تصور ہی ناممکن ہو۔ جہاں ہر چیز بفراغت ہو جس کے حصول میں کوئی مشکل، وقت رکاوٹ، اور پریشانی کا سامنانہ کرنا پڑے جہاں ہر قسم کی خواہشات فوراً پوری ہو جائیں دل میں کوئی یاس و حسرت باقی نہ رہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ پورا اطمینان قلب بھی میسر ہو انسان اس پر مکمل طور پر راضی و خوش ہو۔

اسلام نے یہ تصور دیا ہے کہ معاشی خوشحالی و فلاح کی یہ انتہائی معراج انسان کو حاصل ہو سکتی ہے۔ اگر وہ اس کے حصول میں مخلص و سنجیدہ ہو اور اس کے تقاضے پورے کر دے تو اسلام اس کی مکمل ضمانت فراہم کرتا ہے لیکن اس کی جگہ یہ انتہائی محدود زندگی اور فانی دنیا نہیں بلکہ آخرت کی لامحدود زندگی ہے اور اس جگہ کا نام جنت ہے۔ یہ دراصل ایک انعام ہے جو ان لوگوں کو دیا جائے گا جنکی نیکیوں کا پلڑا بھاری ہوگا۔ اور نیکی سے مراد عبادات سے لیکر معاملات کے تمام دائروں میں جن میں معیشت سب سے اہم اور ناگزیر دائرہ ہے، صحیح نیت اور پورے اخلاص سے ان طریقوں کو اختیار کرنا ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں۔

جو لوگ انہیں اختیار کرتے ہیں اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی انکی مدد کرتا ہے اور انفرادی و اجتماعی طور پر بہت اثرات ثمرات ان کے سامنے لاتا ہے۔ اور آخرت میں جنت تو صرف ہے ہی انہیں لوگوں کیلئے۔ اسکی ایک جھلک کچھ اس طرح پیش کی گئی ہے۔

ولکم فیھا ما تشتھی انفسکم و لکم فیھا ماتد عون نزلاً" من غفور رحیم۔ (12)

وہاں جو کچھ تم چاہو گے تمہیں ملے گا اور جس چیز کی تم تمنا کروگے وہ تمہاری ہو گی یہ ہے سامان ضیافت اس ہستی کی طرف سے جو غفور اور رحیم ہے۔

دنیا میں انسان کی سب خواہشات کب پوری ہو سکتی ہیں؟ اگر ان کا بیشتر حصہ پورا ہو بھی تو زندگی ہے

ہی کتنے دن کی؟ اور اس کی ضمانت کہاں ہے کہ جو آسائشیں اور نعمتیں حاصل ہیں وہ چھنیں گی نہیں یا ختم نہیں ہونگی؟ دنیا اس کی موجودات اور یہاں کی حیات سب ختم ہو جانے والی ہیں اس لیے یہاں کی کامیابی حقیقی کامیابی نہیں' یہاں کی ترقیاں' خوشحالیاں اور لذتیں پانی کے بلبلے کی طرح بہت عارضی اور مختصر ہیں۔ ان سے مکمل طور پر لطف اندوز ہونے کی جگہ تو صحیح معنوں میں وہی ہے جہاں ہر چیز کو بقاء و دوام حاصل ہے۔ چنانچہ حدیث میں ارشاد ہوتا ہے۔

اللھم لاعیش الا عیش الاخرۃ (13)

"اے اللہ بے شک کوئی حقیقی و خوشحال زندگی نہیں ہے سوائے آخرت کی زندگی کے"

اس آخرت کی مثالی زندگی کو حاصل کرنے کیلئے انسان جو فکرو نظر' جو طور طریقے' جو طرز عمل اور جو معاشی رویے اختیار کرتا ہے وہ اور جن حدود قیود کی پابندی اسلام نے اس پر لازمی کی ہے ان پر اگر غور کیا جائے تو یہ بات یقین سے کہی جاسکتی ہے اور تاریخی طور پر ثابت شدہ حقیقت کی حیثیت رکھتی ہے۔ کہ اس دنیا کے تمام معاشی معاملات اور پورے نظام میں ایک ہمہ گیر انقلاب برپا ہو جاتا ہے۔

اس کا اندازہ چند مثالوں سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

مثلاً اس بات سے کون واقف نہیں ہے کہ دنیا میں تمام معاشی مسائل' مصائب اور مظالم کی اصل وجہ مال و دولت کا حرص و لالچ ہے۔ اس کی بناپر جھگڑے' فسادات معاشی لوٹ مار اور استحصال اور بددیانتی کی نئی نئی شکلیں معرض وجود میں آتی رہتی ہیں۔ ارشاد نبوی ہے آدمی بوڑھا ہو جاتا ہے لیکن اس میں دو چیزیں جوان ہو جاتی ہیں ایک عمر کی حرص اور دوسری مال کی حرص" (14) اور فرمایا "اگر ابن آدم کو سونے کی ایک پوری وادی بھی دے دی جائے تو وہ چاہتا ہے کہ اسے دوسری بھی ملے" (15) اس کا ایک علاج اسلام نے حصول رزق میں اعتدال کی ترغیب دیکر کیا ہے شرعی اصطلاح میں اسے اقتصاد کہتے ہیں۔

چنانچہ امام ابن ماجہ نے اپنی سنن میں ایک باب باندھا ہے جس کا عنوان ہے "الاقتصاد فی طلب المعیشۃ " (16) یہ صرف اسی صورت میں ممکن ہے جب آدمی کے ذہن یہ بات راسخ ہو جائے کہ اسے اس کے حصہ کا رزق ضرور ملے گا' تبھی وہ معاشی معاملات میں جائز طریقے اختیار کر سکتا ہے۔ چنانچہ مذکورہ باب میں ایک یہ حدیث رقم کی گئی ہے۔

" اے انسانو اللہ سے ڈرو اور طلب رزق میں میانہ روی اختیار کرو۔ بلاشبہ کوئی ذی روح ہستی اس وقت تک نہیں مرتی جب تک اس کا رزق پورا نہیں ہو جاتا۔ اگر چہ اس میں کچھ دیر لگے۔ للذہ طلب رزق میں اعتدال اختیار کرو جو حلال ہے وہ حاصل کرلو اور جو حرام ہے اسے چھوڑ دو" (17)

دوسرا علاج یہ کیا ہے کہ لوگوں میں قناعت پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ کیونکہ قناعت بے شمار

نفسیاتی و معاشی بیماریوں کا ایک مجرب نسخہ ہے:

ارشاد نبوی ہے :

طوبیٰ لمن ھدی للاسلام و کان عیشہ کفافا" وقنع۔ (18)

قابل رشک ہے وہ شخص جسے اسلام کی ہدایت نصیب ہوئی۔ اسے بقدر کفایت زندگی کے ذرائع و وسائل ملے اور اس نے ان پر قناعت کی"

مسلم میں عیشہ کا مترادف لفظ رزق استعمال ہوا ہے۔

دنیا کے مسافر خانے میں بہت مختصر اور عارضی قیام کا شعور لوگوں میں واضح ہو جائے تو کبھی حرص و ہوس میں دور تک آگے نکل جانے کی کوشش نہ کریں وہ حلال ذرائع سے حاصل ہونے والے اسی رزق پر قائم رہیں جس سے انہیں عزت و آبرو کی روٹی ملے اور وہ کسی کے محتاج نہ ہوں۔ ھادی برحق ﷺ کی اپنی اور آپ کے ساتھیوں کی زندگی اس تصور کی عملی تفسیر تھی۔ چنانچہ امام ترمذی نے اپنی جامع میں انکی معاشی حالت کے بارے میں روایات کو حسب ذیل ابواب میں درج کیا ہے " ماجاء فی معیشۃ النبی ﷺ " اور ماجاء فی معیشۃ اصحاب النبی ﷺ (19) معاشی نظام کو صالح اور مستحکم رکھنے کیلئے جتنی اہمیت طلب رزق میں اعتدال وقناعت کی ہے اس سے کہیں زیادہ خرچ میں اعتدال کی ہے چنانچہ دور جدید میں تمام معاشی مفکرین متفق ہیں کہ سرمایہ کاری' تشکیل سرمایہ اور معاشی ترقی کیلئے ضروری ہے کہ بچت کی جائے۔ بچت سے مراد یہ ہے کہ آپ اپنی ساری آمدنی کو خرچ کر دینے کی بجائے کفایت سے کام لیں اور اس کا ایک حصہ پس انداز کرلیں۔ یہ چیز اعتدال اور میانہ روی کے بغیر ممکن نہیں۔

حدیث نبوی ہے

الاقتصاد فی النفقتہ نصف المعیشۃ (20)

خرچ میں اعتدال آدھی معیشت ہے۔

اقتصاد کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ یہ افراد و اقوام کو دوسروں کی محتاجی اور غلامی سے نجات دلاتا ہے۔

ارشاد نبوی ہے۔

ماعال من اقتصد (21)

"وہ محتاج نہیں ہوگا جس نے میانہ روی اختیار کی"

ہمارے لٹریچر میں اقتصاد کا لفظ معاشیات کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے علم المعیشت کا مترادف لفظ علم الاقتصاد بھی ہے۔ اسی طرح معاشیات واقتصادیات ہم معنی الفاظ ہیں۔ اس سے مراد ایک ہی علم ہے۔

لغوی اعتبار سے قصد، قصداً" سے نکلا ہے اس کے معنی ہیں کسی معاملے میں اعتدال و میانہ روی اختیار کرنا' القصد کے معنی اعتدال' میانہ روی' اور راستے کی استقامت کے ہیں (22) اس طرح گویا اقتصادیات ایک ایسا علم ہے جو کمانے اور خرچ کرنے میں اعتدال و میانہ روی کی تعلیم دیتا ہے۔ اور پوری استقامت سے اس روش پر کاربند رہنے کی ترغیب دیتا ہے۔

دور جدید میں "اقتصادی" سے مراد و مالی و معاشی لی جاتی ہے۔ اس لئے اصطلاح اقتصادیات سے مراد وہ علم ہوگا جس میں دولت کی پیدائش اور تقسیم سے بحث کی جاتی ہے مولانا حفظ الرحمٰن سیو ہاروی کے بقول لغت کی زبان میں قصد و اقتصاد میانہ روی اور اچھے چلن" کو کہتے ہیں مگر علمی اصطلاح میں "ایسے وسائل کی دریافت کو کہتے ہیں جو دولت و ثروت پیدا کرنے کے مناسب طریقے اور اس کے خرچ کے صحیح استعمال اور اس کی ہلاکت بربادی کے حقیقی اسباب" بتا سکیں "اس لئے علم الاقتصاد" اس علم کا نام ہے جو ان وسائل سے بحث کرتا ہے اور ان کے صحیح و غلط ہونے پر مطلع کرتا ہے" (23)

امام راغب اصفہانی کے نزدیک القصد کے معنی راستہ سیدھا ہونا ہے قصدت قصدہ یعنی میں سیدھا اس کی طرف گیا' اس طرح اس کے مفہوم میں راست روی پائی جاتی ہے۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ اقتصاد دو اقسام پر محیط ہے۔ ایک ہر حالت میں محمود و مطلوب ہے۔ جو افراط و تفریط کے درمیان ہوتا ہے۔ جس کی طرف اشارہ اس آیت میں کیا گیا ہے۔

والذین اذا انفقوا لم یسر فوا ولم یقنرو و کان بین ذالک قواما(24)

جو خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں نہ بخل بلکہ ان کا خرچ دونوں انتہاؤں کے درمیان اعتدال پر قائم رہتا ہے"

دوسری قسم کے اعتبار سے وہ محمود اور مذموم کے درمیان میں ہوتا ہے۔ جیسے کہ اس آیت میں بیان کیا گیا ہے۔

فمنهم ظالم لنفسه ومنهم مقتصد و منهم سابق بالخیرات باذن اللّٰه(25)

"ان میں سے کچھ اپنے اوپر ظالم کرتے ہیں' کچھ میانہ رو ہیں اور کچھ لوگ اللہ کے حکم سے نیکیوں میں سبقت لے جانے والے ہیں"

اس آیت میں یہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ میانہ رو لوگ اگر چہ ظالموں کے بقابلہ میں اچھے ہیں لیکن سب سے اچھے لوگ نیکیوں میں سبقت لے جانے والے ہیں اس طرح مطلوب دراصل سبقت ہے (26)

قرآن مجید میں یہی لفظ ایک اور جگہ پر یوں استعمال ہوا ہے۔

واذا غشیهم موج کالظلل دعوا اللّٰه مخلصین له' الدین فلما نجهم' الی البر فمنهم

مقتصد وما یجحد بایتنا الا کل ختار کفور (27)

"اور جب (سمندر میں) ان لوگوں پر ایک موج سائبانوں کی طرح چھا جاتی ہے تو یہ اللہ کو پکارتے ہیں اپنے دین کو بالکل اسی کیلئے خالص کرکے' پھر جب وہ بچا کر انہیں خشکی تک پہنچا دیتا ہے تو ان میں سے کوئی اقتصاد برتتا ہے ہمارے نشانیوں کا انکار نہیں کرتا مگر ہر وہ شخص جو غدار اور ناشکرا ہے"

اسکی تشریح میں مولانامودودی فرماتے ہیں کہ اقتصاد کے لفظ سے اس تجربے کے بعد تین مختلف گروہوں کی تین مختلف کیفیات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

ایک وہ جو ہمیشہ کیلئے سیدھا ہوگیا (یعنی راست رو بن گیا) دوسرا وہ جس کا کفر کچھ اعتدال پر آگیا۔ تیسرا وہ جس کے اندر اس ہنگامی اخلاص میں سے کچھ نہ کچھ باقی رہ گیا۔ (28)

اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اقتصاد ایک ایسے رویے کا نام ہے جو مختلف مشکلات و مصائب میں انسان اختیار کرتا ہے۔ اس کا اطلاق اگر معاشی معاملات پر کریں تو ان میں بھی مذکورہ صورت ہمارے سامنے آتی ہے کہ معاشی نقصانات اور اونچ نیچ اور جھٹکوں سے مختلف لوگوں پر مختلف اثرات رونما ہوتے ہیں۔ کچھ بالکل راست رو بن جاتے ہیں' کچھ کی بدعنوانیوں میں ذرا اعتدال پیدا ہو جاتا ہے۔ اور کچھ کوئی اثر قبول کئے بغیر اپنی غلط روش پر بکار بند رہتے ہیں۔

قرآن مجید میں یہ بات واشکاف الفاظ میں فرمائی گئی ہے کہ اعتدال و میانہ روی اور راستبازی صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے نظام اور احکامات میں پائی جاتی ہے۔ انسانوں کے گھڑے ہوئے ضابطے' اور طریقے ہمیشہ افراط و تفریط پر مبنی ہوتے ہیں۔ اس لئے راستباز لوگوں کیلئے ضروری ہے کہ وہ اسکی بھیجی ہوئی کتابوں کو پورے خلوص سے بلاکم وکاست نافذ کریں اگر وہ ایسا کریں گے تو اللہ تعالیٰ بڑی فراوانی سے انہیں رزق اور معاشی خوشحالی عطا فرمائے گا۔ ارشاد ہوتا ہے۔

ولو انهم اقامو التوراة والانجیل وما انزل الیهم من ربهم لا کلوا من فوقهم و من تحت ارجلهم منهم امة مقتصدة وکثیر منهم ساء مایعملون (29)

اگر انہوں نے تورات' انجیل اور دوسری کتابوں کو قائم و نافذ کیا ہوتا جو ان کے رب کی طرف سے انکے پاس بھیجی گئی تھیں تو ان کے اوپر سے بھی رزق برستا اور نیچے سے بھی ابلتا' اگر چہ ان میں سے کچھ لوگ راست رو بھی ہیں لیکن ان کی اکثریت سخت بدعمل ہے'

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی کتب کے نافذ کرنے کا لازمی نتیجہ رزق و وسائل کی فراوانی کی شکل میں نکلتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے فرنبردار بندوں کے اخلاص و اطاعت سے خوش ہوکر ان پر اپنی نوازشوں کے بارش کر دیتا ہے اور فضل و کرم کے دروازے کھول دیتا ہے۔ لیکن مسئلہ یہ ہے کہ

لوگ اس حقیقت کو نہیں سمجھتے۔ وہ ہیرا پھیریوں' غلط کاریوں اور نافرمانیوں ہی کو ترقی کا زینہ سمجھتے ہیں۔ اس طرح معاشی مسائل مزید پر پیچ ہوتے جاتے ہیں۔ اور اصل علاج کو چھوڑ کر اصلاح احوال کی دیگر تمام کوششیں ناکام ثابت ہوتی ہیں۔

علی ھذا القیاس مذکورہ آیات احادیث پر غور کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام نے بطور علم' معاشیات کے موضوع بحث' نوعیت' وسعت' دائرہ کار اور حدود و ضوابط کا پوری طرح تعین کر دیا ہے۔ اس کا اطلاق معاشی سرگرمیوں کے تمام دائروں پر ہوتا ہے۔ خواہ وہ انفرادی ہوں یا اجتماعی' جزوی ہوں یا کلی' اور یہ ایک تارک الدنیا فرد سے لیکر' مختلف گروہ' اقوام اور پورے عالمی اقتصادی نظام پر محیط ہے۔ اسلام اسے ایک خاص مقصد و مزاج اور رنگ و شکل میں' ڈھالنے کا خواہشمند ہے۔ جو مادی و روحانی اور دنیوی و اخروی زندگی میں ربط و ہم آہنگی پیدا کرکے تمام افراد و اقوام کیلئے خوشحالی و ترقی کے دروازے کھول دیتا ہے۔

اسلام کے فلسفہ معیشت کو مکمل طور پر سمجھنے کیلئے بے شمار آیات و احادیث موجود ہیں جنہیں اس مختصر مضمون میں سمونا ناممکن ہے۔ یہاں زیادہ تر صرف وہی رقم کی گئی ہیں جن میں معاشیات و اقتصادیات کے مادے سے نکلنے والے مختلف الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ تاکہ ہم اپنے لٹریچر میں اس کی جڑ اور بنیاد کو پاسکیں اور اس کی نوعیت وسعت کو اصل منبع کی روشنی میں دیکھ سکیں۔

مذکورہ آیات و احادیث کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

1- معیشت کے ایک وسیع المعنی لفظ ہے اس سے وہ تمام ذرائع اور وسائل مراد ہیں جن پر انسان کی مادی زندگی کا دارو مدار ہے۔

2- اس سے مراد "الحیٰوۃ" یعنی ایسی زندگی ہے جس میں سرگرمی' جدوجہد اور کاوش و مشقت پائی جاتی ہے۔

3- اللہ تعالیٰ نے جو وسائل ذرائع اس دنیا میں فراہم کیے ہیں وہ بیٹھے بٹھائے نہیں ملتے بلکہ انہیں حاصل کرنے اور قابل استعمال بنانے کیلئے کوشش و کاوش کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لئے ہر زمانے میں معاشی سرگرمیاں جاری رہی ہیں۔

4- اللہ تعالیٰ نے رات اور دن کا سلسلہ اسی معاشی جدوجہد کیلئے جاری کیا ہی۔

5- معاشی جدوجہد ایک قابل تحسین اور پسندیدہ عمل ہے۔ کیونکہ اس سے خالق کائنات کی حکمت و مرضی کی تکمیل ہوتی ہے۔

6- اللہ تعالیٰ نے تمام دیگر معاملات کی طرح معاشی معاملات میں بھی ہدایت و رہنمائی اپنے ذمے لی

ہے۔ انسان کیلئے ضروری ہے کہ وہ اس کی مکمل پیروی کرے۔

-7 تمام اسباب معیشت کیونکہ اللہ تعالیٰ کے فراہم کردہ ہیں۔ اس لئے ان سے متعلق علم کو فروغ دینے کیلئے اس کے احکام و حدود کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

-8 اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری و نافرمانی' معاشی زندگی کے انفرادی و اجتماعی دونوں دائروں کو براہ راست متاثر کرتی ہے۔ یہ محض اخلاقی و روحانی مسئلہ نہیں ہے۔

-9 دنیا و آخرت کے فوز و فلاح کے حصول کا ایک مستقل' محفوظ اور مستحکم ذریعہ یہ ہے کہ ایک ایسا معاشی نظام وضع کیاجائے جو اللہ تعالیٰ کے احکام و فرامین پر استوار ہو۔ اسی سے ہی بلا تخصیص تمام افراد و اقوام کو عدل و انصاف اور ان کا فطری حق مل سکتا ہے۔

-10 معاشی وسائل پر اترانے کا کسی کو حق حاصل نہیں کیونکہ معیشت کی تقسیم اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔

-11 معاشی ترقی کیلئے اعتدال و میانہ روی انتہائی ضروری ہے۔

-12 اصطلاحی اعتبار سے معاشیات و اقتصادیات ہم معنی الفاظ ہیں لیکن لغوی اعتبار سے معاشیات میں زیادہ وسعت و جامعیت پائی جاتی ہے۔

-13 صحیح معنوں میں خوشحالی و فراغت حیات آخرت ہی میں ممکن ہے جو حقیقی بھی ہے اور لازوال بھی وہی انسان کا اصل نصب العین ہونی چاہیے۔

ان تمام پہلوؤں کو سامنے رکھتے ہوئے اسلامی نقطہ نظر سے علم معاشیات کی متعدد تعریفیں کی جاسکتی ہیں۔ کیونکہ کسی ایک جامع اور مختصر تعریف میں سب کو سمونا مشکل ہے۔ تاہم میں نے اپنی سمجھ بوجھ کے مطابق جو تعریف سوچی ہے وہ کچھ اس طرح ہے۔

"معاشیات ایک ایسا علم ہے جو ان اسباب و وسائل سے بحث کرتا ہے جن پر انسان کی مادی زندگی کا دارومدار ہے۔ اس کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ انسان کو اپنی ضروریات و خواہشات کی تکمیل کیلئے خالق و مالک کے احکامات اور مرضی و منشا کے مطابق انفرادی و اجتماعی جدوجہد کرنے اور ایک مکمل نظام وضع کرنے کے قابل بنائے"

حوالہ جات

(1) تفصیل کیلئے ملاحظہ : ابن منظور' لسان العرب : 322/6
(2) تفصیل کیلئے ملا حظ راغب اصفہانی : المفردات : 339: لسان العرب : 321/6
(3) سورۃ الزخرف' 32/43
(4) سورۃ الاعراف' 10/8
(5) سورۃ النبأ' 13/78
(6) ایضاً' 11-9/78
(7) سورۃ الاعراف' 54/7
(8) سورۃ طٰہٰ 123'24/20
(9) تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو۔ فی ظلال القرآن' تفہیم القرآن : 134/3 : تدبر قرآن : 102/5
(10) سورۃ القصص : 58/28
(11) سورۃ القارعۃ : 6'7/101
(12) سورۃ حم السجدۃ : 31'32/41
(13) بخاری 'کتاب الرقاق 170/7: باب الصحۃ و الفراغ ولا عیش الاعیش الاخرۃ:
(14) ترمذی : ابواب الزھد 390/3' مسلم : 99/3' کتاب الزکواۃ باب کراھیتہ الحرص علی الدنیا
(15) ایضاً' بخاری :کتاب الرقاق 175/7 باب ما یتقی فتنۃ المال' ترمذی : کتاب الزھد 389/3 مسلم : کتاب الزکوۃ باب کراھیتہ الحرص علی الدنیا 99/3
(16) ابن ماجہ :ابواب استجارات : 725/2
(17) ایضاً
(18) ترمذی : ابواب الزھد' مسلم : 102/3 کتاب الزکواۃ باب فی الکفاف والقناعۃ۔
(19) ایضاً 11-9/4
(20) فیض القدیر : 145/2
(21) ابن حنبل : 347/1
(22) ابن منظور : لسان العرب : 354/3

(23) حفظ الرحمٰن سیو ہاروی اسلام کا اقتصادی نظام:17

(24) سورۃ الفرقان : 67/35

(25) سورۃ فاطر: 32/35

(26) تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو : المفردات : 414

(27) سورۃ لقمان : 32/31

(28) تفہیم القرآن : 26/4

(29) سورۃ المائدہ : 66/5

مآخذ

(1) القرآن الحکیم

(2) ابن حنبل، احمد بن محمد، المسند، بولاق، مصر

(3) ابن ماجہ، ابو عبداللہ محمد بن یزید القزوینی : سنن ابن ماجہ، دارالحدیث، قاہرہ، مصر

(4) ابن منظور، لسان العرب، نشرادب الحوزۃ قم ایران۔ 1405ھ

(5) ابوالاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور

(6) بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، دار الفکر بیروت لبنان، 1981ء

(7) ترمذی، محمد بن عیسیٰ بن سورہ، سنن الترمذی، دارالفکر بیروت لبنان 1983ء

(8) سید قطب شہید، فی ظلال القرآن، عیسیٰ البابی الحلبی، مصر طبع اول

(9) سیو ہاروی، حفظ الرحمٰن، اسلام کا اقتصادی نظام۔ ادارہ اسلامیات، لاہور 1981

(10) مسلم، مسلم بن الحجاج، الجامع الصحیح، دار الفکر، بیروت، لبنان

(11) اصلاحی، مولانا امین احسن، تدبر قرآن، فاران فاؤنڈیشن لاہور پاکستان 1983-